اُردو خلاصے

۱۔ ہزار حکایت صوفیان - ایک تعارف

صائمہ اعجاز

کتاب **ہزار حکایتِ صوفیان** ایک قدیم فارسی خطی نسخہ ہے جس کے زمانۂ تالیف اور مصنف کے بارے میں کچھ علم نہیں ہے۔ یہ نسخہ استاد ایرج افشار کے توسط سے ہم تک پہنچا جو اصل نسخے کی عکسی اشاعت ہے۔ مخطوطہ استنبول میں کتابخانہ قرہ مان میں شمارہ ۶۷۲ کے تحت محفوظ ہے۔ اس کتاب کے متن اور مقدمے سے عیاں ہوتا ہے کہ یہ نسخہ ان صوفیہ، اولیا، عرفا سے متعلق حکایات پر مشتمل ہے جن کا تعلق دوسری اور تیسری صدی سے ہے۔ یہ کتاب اس دور کے صوفیہ کے بارے میں اولین ماخذ شمار کی جاسکتی ہے۔ غالب گمان ہے کہ سید علی ہجویری نے بھی **کشف المحجوب** تحریر کرتے ہوئے اس کتاب سے استفادہ کیا ہوگا۔

۲۔ خواجہ محمد ہاشم کشمیؒ - شخصیت و تالیفات

محمد نوید ازہر

خواجہ محمد ہاشم کشمیؒ، حضرتِ مجدد الفِ ثانیؒ کے خلیفہ، سوانح نگار **مکتوباتِ امام ربانی** کے دفتر سوم کے جامع اور فارسی شاعر تھے۔ ان کے آبا و اجداد ریاستِ بدخشان کے معروف علما میں سے تھے۔ بچپن ہی سے ان کا میلان سلسلہ نقشبندیہ کی طرف تھا۔ مرشدِ کامل کی تلاش میں ہندوستان کا سفر کیا۔ یہاں ان کی ملاقات میر محمد نعمانؒ سے ہوئی، جو حضرتِ مجددؒ کے خلیفہ تھے۔ انھی کی صحبت میں حضرت مجددؒ سے ان کی خط کتابت شروع ہوئی۔ کچھ عرصے کے بعد حضرتِ مجددؒ نے انھیں اپنی خدمت میں بلالیا اور مزید تربیت سے روحانیت کے بامِ کمال تک پہنچا دیا۔ **زبدۃ المقامات** اور **نسمات القدس** ان کی گراں قدر تالیفات ہیں، جن میں

مشائخِ نقشبندیہ کے حالات بیان کیے گئے ہیں۔ مقالے میں خواجہ کشمی کی شخصیت اور تالیفات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

۳۔ کلامِ میر کے ایرانی سروکار

محمد رؤف بھٹی

اردو شاعری بڑی حد تک ایرانی شعریات پر انحصار کرتی آئی ہے۔ ہمارے اکابر شعرا جیسے غالب، اقبال اور راشد وغیرہ شعر و ادب کے فارسی قواعد و ضوابط کی پاس داری کرنے میں بہت دل چسپی لیتے رہے ہیں۔ بنا بریں ہماری شعری روایت میں ایرانی لینڈ سکیپ اور وہاں کے دوسرے ثقافتی سروکار بہ آسانی نشان زد کیے جاسکتے ہیں۔ تاہم اکثر اوقات ہمارے شعرائے کرام نے فارسی شاعری کے شعری معیارات کی لیک پر چلنے اور اس پر اترانے کی روش بھی اپنائے رکھی جب کہ میر تقی میر وہ اوّلین اردو شاعر ہیں جنھوں نے اس سلسلے میں تقابلی بیانیے کے کلیدی خدوخال تشکیل دیے۔ انھوں نے نہ صرف ایرانی تناظرات کو اردو شاعری میں برتنے کی راہیں ہم وار کیں بل کہ ہماری شعری تاریخ میں پہلی دفعہ پوری خوداعتمادی کے ساتھ "ریختہ بہ مقابل غزل" کے عنوان کو بھی پیش منظر پر ابھارا۔ مقالے میں میر تقی میر کے ہاں ایران مرکوز احساسات و جذبات کا جائزہ لیا گیا ہے۔

۴۔ رقصِ شرار- غالب کی شاعری میں تمثالِ آتش

سہیل ممتاز خان

این میری شمل مشہور مستشرقہ ہیں۔ اسلام کی صوفی روایت ان کی دل چسپی کا خصوصی موضوع تھا۔ صوفیانہ شاعری ان کے دل کے قریب تھی۔ فارسی کے علاوہ انھیں اردو کی شعری روایت سے بھی خاص لگاؤ تھا۔ اسی ضمن میں انھوں نے مرزا غالب کے فکر و فن کا خصوصی مطالعہ کیا

اورانھیں کتابی شکل میں پیش بھی کیا۔ شمل نے اپنی کتاب **رقص شرار۔غالب کی شاعری میں تمثالِ آتش** میں رقص کی معنویت اور اس کے بھرپور تفعل کی بابت دانش ورانہ تفکر پیش کیا اور بتایا کہ کس طرح یہ سرمست انسانی جذبہ دنیا کی مختلف ثقافتوں میں ایک خاص مرکزیت رکھتا ہے۔ شمل نے اپنی پسندیدہ صوفی شخصیت، منصور حلاج اور غالب کا موازنہ کرتے ہوئے آتش کے مظہر کو حالتِ رقص میں تمام ترجمالیات کے ساتھ احسن طور پر نمایاں کیا۔

۵۔نورالتعلیم-ایک نایاب اقبال نمبر

یاسمین کوثر

علامہ اقبال کی شاعری اپریل ۱۹۰۱ء سے سرعبدالقادر کے جاری کردہ رسالے **مخزن** میں باقاعدہ شائع ہونا شروع ہوئی۔ اس رسالے نے علامہ کی شاعری کو اندرون وبیرون ملک پہچانے اور مقبول بنانے میں کلیدی کردار ادا کیا۔ مختلف جرائد ورسائل کے خصوصی اقبال نمبر علامہ کی زندگی ہی میں شائع ہونا شروع ہوگئے تھے جس کا آغاز یوسف حسن خان کے **نیرنگ خیال** سے ہوا۔ حال ہی میں دو مزید اقبال نمبر دریافت ہوئے ہیں ایک کا نام **نورالتعلیم** اور دوسرے کا نام **اختر** ہے۔ ان دو اقبال نمبروں کی دریافت اقبالیاتی ادب میں ایک گراں قدر اضافہ ہے۔ مقالے میں **نورالتعلیم** کے خصوصی اقبال نمبر کو متعارف کروایا گیا ہے۔

۶۔ارضی ثقافتی تحریک اور اردو ادب

شہلا قربان

ارضی ثقافتی تحریک وزیر آغا کی ارضی انسیت کی ایک نظریاتی تحریک تھی جو جنگ ستمبر ۱۹۶۵ء کے بعد اردو ادب کے منظرنامے پر ابھری۔ اس موقع پر تمام قوم میں جذبہ حب الوطنی پوری شدت سے ابھرا تھا۔ اردو ادب پر بھی ان قومی نظریات کا غالب اثر دکھائی دیتا ہے۔ اس دور کی

ادبی تخلیقات خصوصاً شاعری میں وطن کی محبت کے جذبات بہ خوبی مشاہدہ کیے جاسکتے ہیں۔ اردو ادب کے بیشتر ادبا نے اس نظریاتی تحریک میں وزیر آغا کی فکری تقلید کی۔ "انشائیہ" کی نسبتاً ایک نئی نثری صنف کو بھی اسی دور میں مقبولیت حاصل ہوئی۔ مجموعی طور پر کہا جاسکتا ہے کہ ارضی ثقافتی تحریک کے نظریات نے اردو ادب کی فکری تخلیق میں قومی احساس کو اجاگر کرنے کی بھرپور کاوش کی ہے۔

۷۔ ڈاکٹر ابو اللیث صدیقی کی ادبی خدمات۔ تحقیقی جائزہ

عمران علی / محمد اعجاز تبسم

ابو اللیث صدیقی نے اردو زبان و ادب کے لیے گراں قدر خدمات انجام دیں۔ وہ ادبی حلقوں میں استاد، محقق، ماہر لسانیات اور بہ طور صحافی پہچانے جاتے ہیں۔ انھوں نے تدریس کا آغاز مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے کیا۔ تقسیم برصغیر کے بعد پاکستان آکر اورینٹل کالج، پنجاب یونیورسٹی، لاہور میں بہ طور سینئر لیکچرار پڑھانا شروع کیا۔ ۱۹۵۶ء میں شعبہ اردو جامعہ کراچی میں بہ طور ایسوسی ایٹ پروفیسر متعین ہوئے۔ ۱۹۷۶ء میں بہ طور صدر شعبہ اردو، جامعہ کراچی سے سبک دوش ہوگئے۔ وہ پہلے اردو اسکالر تھے جنھوں نے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ انھوں نے بہت سی کتابیں بھی تالیف کیں۔ مقالے میں اردو کے فروغ کے حوالے سے ان کی خدمات کا جائزہ لیا گیا ہے۔

۸۔ عبداللہ حسین کا نو تاریخی شعور۔ تخصیصی مطالعہ نادار لوگ

حنا جمشید

نو تاریخیت ادبی تنقید کا وہ نظریہ ہے جو ادب، ثقافت اور تاریخ کے باہمی رشتے پر استوار ہے۔ یہ ایک مابعد جدیدیت نظریہ ہے جس کا ہدف ادب کا تاریخی شعور کے ذریعے مطالعہ اور

تجزیہ کرنا ہے۔ اس نظریے کا اصرار ہے کہ ادب کا مطالعہ ادیب اور نقاد دونوں کی تاریخ کے تناظر میں کیا جانا چاہیے۔ مقالے میں عبد اللہ حسین کے ناول **نادار لوگ** کا جائزہ اسی نو تاریخیت کی روشنی میں لیا گیا ہے۔ **نادار لوگ** بنیادی طور پر ایک حزنیہ ناول ہے جس میں عبد اللہ حسین نے کام یابی سے تقسیم برصغیر کے بعد پاکستان کو درپیش المیوں کو بیان کیا ہے۔

۹۔ اختر محی الدین - کشمیری افسانے کا معمارِ اول

ثمینہ کوثر

کشمیری زبان میں افسانے کا آغاز ترقی پسند تحریک کے ساتھ ہی ہوا۔ ۱۹۵۰ء میں پہلا کشمیری افسانہ لکھا گیا۔ ترقی پسند تحریک کی پیروی کرتے ہوئے کشمیری افسانہ نگاروں نے کشمیری زبان میں ریاستی عوام کی بے چینی، انتشار، مظلومیت، بے چارگی، بے بسی، طبقاتی کش مکش، بے کاری اور اقتصادی بدحالی کو اُبھارنے کی کوشش کی۔ کشمیری زبان میں افسانے کی طرح ڈالنے کا سہرا اختر محی الدین کے سر ہے۔ اختر محی الدین نے ابتدائی افسانے ترقی پسند تحریک کے زیر اثر لکھے اور ترقی پسند تحریک کی سب سے بڑی خوبی حقیقت پسندی کو پیش کرنے کی کوشش کی۔ اختر محی الدین نے اپنے افسانوں میں نچلے طبقے کی نمائندگی کرتے ہوئے اُن کے دکھوں، تکلیفوں، پریشانیوں اور جذبات واحساسات کو خوب صورتی سے پیش کیا۔ اُن کی اسی کاوش نے اُن کو کشمیری افسانے کا معمارِ اوّل بنادیا ہے۔

۱۰۔ کشمیر پر اردو زبان وادب کے اثرات - مذہبی وثقافتی تناظر

انیس الرشید ہاشمی

اردو زبان کشمیر میں پنجاب کے راستے سے متعارف ہوئی۔ اس کے فروغ میں بنیادی کردار ان تاجروں نے ادا کیا جو تجارتی اغراض سے برصغیر کے طول وعرض میں اسفار کرتے تھے۔

جلد ہی اردو کشمیر میں رابطے کی زبان بن گئی۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی اور کشمیر سے باہر واقع تعلیمی اداروں کے فارغ التحصیل حضرات نے بھی اردو کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔ اردو کو کشمیر کی سرکاری زبان کا اعزاز ۱۸۸۹ء میں ملا۔ تقسیم برصغیر کے بعد ریاستی دستور کی شق ۱۴۵ کے تحت اسے جموں و کشمیر کی سرکاری زبان قرار دیا گیا۔ اس کی یہ حیثیت ۲۰۱۹ء میں بھارتی حکومت کی طرف سے یک طرفہ طور پر جموں و کشمیر کی خود مختار حیثیت کو ختم کرنے تک قائم رہی۔ مقالے میں کشمیر پر اردو زبان و ادب کے اثرات کا جائزہ مذہبی و ثقافتی تناظر میں لیا گیا ہے۔